Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

پاکستانی شاعرات کی نظموں کا اسلوبیاتی مطالعہ

A Stylistic Study of the Poems of Pakistani Female Poets

Amina
PhD Scholar, Department of Urdu,
GC Women University, Sialkot
Dr. Tahir Abbas Tayib
Assistant Professor, Department of Urdu,
GC Women University, Sialkot

آمنہ
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر طاہر عباس طیب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

Abstract

Poetry is a reflection of a person's inner state. Pakistani poetesses have used sound variations, appropriate vocabulary, literary techniques and terminology to shape their imaginations and experiences into a distinctive writing style. Their emotions, imaginations and feelings appear as creations of their minds, portraying their inner selves. A poet's writing style is a direct reflection of their personality. Every poet has a unique way of expressing themselves—through their choice of words, language, expressions and writing techniques. Pakistani poetess have infused their poetry with a diverse range of themes, styles, and experiences, giving it a unique tone. They have written Urdu poetry in a refined, concise and prose-like manner. While maintaining a connection to tradition, they have also embraced innovation, often diverging from classical forms. Modern poets, in particular, have favored prose poetry as a means of expressing their thoughts. The rhythm and natural freshness in their poetry sustain its intensity and passion. With changing times, Pakistani poetess have introduced a new, distinctive, and refined style to Urdu poetry.

Keywords: *Poetry, Pakistani Poetesses, Literary Techniques, Imagination, Emotions, Expression, Writing Style, Innovation, Unique Tone*

کلیدی الفاظ: شاعری، پاکستانی شاعرات، ادبی تکنیک، تخیل، جذبات، اظہار، جدت، منفرد لب لہجہ

انسان نے جب بھی اپنے باطنی و ظاہری احساسات کا اظہار چاہا تو اس نے اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے صوتی علامتوں اور اشاروں کا سہارا لیا۔ اس طرح بات سے بات نکلی، حرف سے حرف جڑے اور لفظ بنے اور لفظوں سے جملے اور جملوں سے کہانیاں بنی، یوں بات کرنے کا ڈھنگ آیا۔ فرد نے کیفیات کے بیان کے لیے ادب چنا۔ شاعری انسان کی داخلی کیفیت کا بیان ہوتی ہے۔ شاعری میں مستعمل الفاظ کا انتخاب بھی عمدہ اور بہترین ہوتا ہے۔ شیریں الفاظ اور موسیقیت شعر کی اثر پذیری میں اضافہ کرتے ہیں اور قاری شعر سخن کی قافیہ پیمائی کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ متاثر کن اور دلکش انداز تحریر شعر و سخن کے معیاری ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ جس کی بدولت شاعر یا شاعرات کا فن پارہ انفرادیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ پاکستانی شاعرات نے اپنے تخیلات اور تجربات کو انداز تحریر کا جامہ پہنانے کے لیے صوتی اتار چڑھاؤ، مناسب لفظیات، تراکیب اور اصطلاحات سازی کا استعمال کیا۔

شاعرات کے جذبات، تخیلات، احساسات ان کے آرزائے ذہن کی اختراع معلوم ہوتے ہیں۔ جو ان کے باطن کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ کسی بھی ادیب یا شاعری کا انداز تحریر ان کی شخصیت کا عکاس ہوتا ہے۔ ایسا انداز تحریر اسلوب کہلاتا ہے۔ اسلوب در حقیقت شاعرات کی پوری ذات کا عکس ہوتا ہے۔ ہر تخلیق کار کے پاس بات کرنے، کہنے اور لکھنے کا ایک ڈھنگ ہوتا ہے۔ لفظوں کی نشت و برخاست کو اسلوب کہا جاتا ہے۔ اسلوب

کے لیے انگریزی میں لفظ style استعمال ہوا ہے۔ البتہ اردو میں لفظ اسلوب نیا ہے۔ لفظ اسلوب کے لیے درج ذیل الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ جن میں طرز تحریر، رنگ سخن، اظہار بیان، انداز تحریر، طریقہ، اسٹائل وغیرہ شامل ہیں۔

جدت اور انفرادیت کی بدولت شاعر یا ادیب دوسرے لکھنے والے سے الگ پہچان اور الگ صاحب اسلوب کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ شاعر کے افکار وخیالات کے جہان نو کی تخلیق عمدہ الفاظ و معنی کے سنگم اور امتزاج ہی سے ممکن ہوتی ہے۔ ادب میں فن پارے کے اسلوب کو شاعر ادیب کی شخصیت کا پرتو سمجھا جاتا ہے۔ فنکار اور فن پارے کا اسلوب لازم ملزوم ہے۔

پاکستانی شاعرات نے حیات وکائنات کے حالات وواقعات کو بیان کرنے کے لیے تخیلات اور قافیہ پیمائی، علامات، تمثیل اور دیگر اصطلاحات کے استعمال سے اپنی تحریروں کے حسن کو مزید بڑھایا۔ علامت ایک ایسا اشارہ یا نشان ہے جس سے قاری اپنے احساس اور تجربے کے مطابق معنی کا مفہوم اخذ کرتا ہے۔ علامت زندگی کے ہر پہلو سے نئے معنی اخذ کرنے کا نام ہے۔ علامت شاعر کا ادیب کی تخلیقات میں مستعمل لفظوں کو نہ صرف نئے معنی عطا کرتا ہے بلکہ تہہ در تہہ مفہوم سے آشنا بھی کرتی ہے۔ شاعرات نے علامتی اظہار کے علاوہ، تمثیل کاری، پیکر تراشی، امیج، امیجری، محاکات نگاری کی اصطلاحات کو اپنی نظموں کا حصہ بنایا۔

تمثال کاری ہر دور میں ہر زبان کا حصہ رہی ہے۔ یہ اصناف شاعری کی جان ہے۔ جہاں دیگر اصطلاحات نے اردو شاعری کی شوبھا کو بڑھایا وہاں اساطیری حوالے سے اردو شاعری کے وزن ووقار میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ انسان کی سماجی ومعاشی اور مذہبی ترقی کا اثر ماحول پر ہوا تو اس کے ساتھ فوق البشر کرداروں نے جنم لیا جو بعد میں ادب کا حصہ بن گئیں ان کرداروں میں دیوی، دیوتا، بھوت، آسیب، پریاں، جادو وغیرہ شامل ہیں۔ اردو ادب میں اساطیری حوالوں کو اشارات اور کہیں وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اردو شاعری بالخصوص تمام شعراء اور شاعرات نے اساطیری عناصر کو برتا۔ اردو شاعرات نے خارجی وداخلی احساسات وجذبات کے لیے علامتی، تمثیلی اور اساطیری طرز کو اپنایا، اردو نظم پر ان اصلاحات کی گہری چھاپ ہے۔

پاکستانی شاعرات میں ادا جعفری نے سب سے پہلے جدید اسلوب کو متعارف کروایا ویسے تو ان کی شاعری تمام مروجہ اسلوب سے آشنا دکھائی دیتی ہے مگر ان کی نظموں میں روایت کے شعور اور نئے طرز احساس نے ان کے انداز تحریر کو منفرد بنا دیا ہے۔ ادا جعفری کے تمام شاعرانہ مجموعوں میں موجود نظمیں مسلسل ارتقاء اور ترقی کی دلیل ہیں۔ جہاں ایک طرف روایت سے جڑی محبت نے ان کے فن کو تہذیب وثقافت جیسی جمالیاتی قدروں سے روشناس کروایا ہے دوسری جانب عصر حاضر کے مسائل سے آگاہی نے ان کی فکر کو جلا بخشی ہے۔ ادا جعفری کی نظموں میں تخلیقات کا خانہ بہت وسیع ہے۔ وہ شاعری کے کینوس پر دیدہ زیب اور دلکش تصویریں بڑی مہارت سے اتارتی ہیں۔ ”نا آراستہ حسن“:

معصوم وسادہ الڑ جوانی
ہونٹوں میں غلطاں کوثر کے دھارے
دیکھیں جو رشک مہتاب مکھڑا
حیران وششدر ہو جائیں تارے
ساڑی کا آنچل ڈھلکا ہوا ہے
اوروں سے بے سدھ خود کو سہارے[1]

حسن کار، حسن جمال، حسن آفرینی ان کی شخصیت کی منفرد پہچان اور تخلیقی مزاج کا حصہ ہیں۔ ان کی نظموں میں لفظی اور شعری تراکیب کا سلسلہ ملتا ہے۔ حلقہ زنجیر، پاؤں کے چھالے، نقد جاں، مرگ تمنا، پس زنداں، غم چارہ گر جیسی لفظیات اور تراکیب ان کے شعری آہنگ اور نرم لہجے کے ترجمان ہیں۔ ادا جعفری اپنی نظموں میں جابجا علامتی الفاظ کو بھی برتتی ہیں آئینہ، پلکیں، دیا، لو، پرچھائی، شجر وغیرہ۔ ''سنو'':

نہ غم گشتہ خوابوں کی پرچھائیاں ہیں
نہ بے آس غموں کی سرگوشیاں ہیں (۲)

ادا جعفری کے جدید طرزِ تحریر کے متعلق محمود ہاشمی بیان کرتے ہیں:

''ادا جعفری کا فن ایک لسانی جہاد ہے، انہوں نے اپنی شاعری میں ذات اور کائنات کے درمیان تمام تضادات کو اس طرح سمویا کہ ان کا ہر شعر نامیاتی کل کی طرح مجسم ہوتا ہے۔ اپنی نظموں میں انہوں نے جو طرز اختیار کیا ہے وہ جدید ترین اسالیب کے مطابق ہے۔''(۳)

نظم نگار شاعرہ زہرا نگاہ نے گوناگوں مسائل کے علاوہ قافیہ پیمائی، تخیل آفرینی اور دیگر اصطلاحات سازی کے استعمال سے اُردو نظم کو وسعت بخشی ہے۔ زہرا نے اُردو نظموں کو ایک نئی جہد اور منفرد لب و لہجہ عطا کیا ہے۔ ان کی نظموں میں گھلاوٹ اور بلا کی سادگی پائی جاتی ہے۔ لگی لپٹی اور ظاہری بناوٹ سے ہٹ کر نظمیں کہنا ان کے شعری اسلوب کی امتیازی صفت ہے۔ زہرا کی نظمیں اُردو شاعری میں نئی پرانی روایات کا ایک حسین سنگم ہیں۔ بقول وہاب اشرفی:

''زہرا نگاہ شاعری کے نئے امکانات کی متلاشی رہی ہیں اور روایات سے بھی اپنا رشتہ قائم رکھا ہے۔ یہ دونوں صورتیں انھیں ایک معتبر تخلیق کار کی حیثیت سے پیش کرتی ہیں ان کے مجموعوں کی نظمیں۔۔۔ جس موضوع پر ہوں تازہ کار معلوم ہوتی ہیں اور احساس ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں ان کا اپنا رنگ اور ان کی اپنی حسیات ان کی شاعری کو سحر انگیز بناتی ہیں۔''(۴)

زہرا کی نظموں میں عمدہ الفاظ و تراکیب اور استعاراتی بیان ان کی منفرد تخلیقی حیثیت کی شناخت ہے۔ شاعرہ نے جذبات و احساسات کی ترجمانی کے لیے علامتی، محاکاتی، اور اساطیری طرز بھی اختیار کیا۔ زہرا کی نظم ''بن باس'' میں ہندی اساطیر ''دیوی ماں'' کا حوالہ ملتا ہے۔ ''بن باس'':

سیاں کو دیکھے سارا گانو
آگ پہ کیسے دھرے گی پانو
بچ جائے تو دیوی ماں ہے
جل جائے تو پاپن (۵)

زہرا نگاہ کی نظموں میں منظر نگاری کا فن کارانہ اظہار بھی ملتا ہے۔ فطری مناظر اور ان سے محبت زہرا کی نظموں کا مستقل موضوع رہا ہے۔

ملی تھی خبر موسموں کو کہیں سے
چمکتی ہوئی دھوپ تیزی سے نکلی (۶)

فہمیدہ ریاض نے جہاں اپنی نظموں میں عصری مسائل، تانیثی فکر اور اپنے جذبات کو بیان کی صورت عطا کی تو وہیں انھوں نے اپنی نظموں میں تمثیلات، علامات اور اساطیری عناصر سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ فہمیدہ ریاض نے آزاد نظم اور نظمِ معریٰ کو اظہارِ خیال کا وسیلہ بنایا ہے

۔نوے کی دہائی میں شاعرہ نثری نظم کے اظہار کی طرف متوجہ ہوئیں۔یوں فہمیدہ کی نظمیں مختلف اصناف اور ہجوں سے عبارت ہیں۔ فہمیدہ ریاض کی نظم "میگھ دوت"بدھ اساطیر کی نمائندگی کرتی ہے۔اس کے علاوہ ان کی نظموں میں ہندی الفاظ کااستعمال بھی ملتا ہے:"دیپک"،"کامنائیں"،"شانت"،"پورن ماشی"،"نراس"،آتما"،"شوہر"،"پریم"،"جیون"اوردیگر ہندی الفاظ نظموں کا حصہ ہیں:تسیں جنم ساگر میں

سر سر کرتے خون کے دھارے
بانہیں ٹانگیں ہاتھ اُنگلیاں
پریم،کامنائیں، آشائیں
کلا چیتنا،جیو آتما(۷)

فہمیدہ ریاض لفظی تصویر کشی میں بھی مہارت رکھتی تھیں،نظم "بہاؤ"تصویر کشی کی عمدہ مثال ہے:

جھر جھر برکھا برس رہی ہے سنن سنن بہتی ہے ہوا
آڑی ترچھی پڑیں پھواریں بگھو گئیں آنچل سارا
بھیگی ماٹی سے سوندھی مہکار کا جھرنا اُبل رہا
مدھر ملن جل اور ماٹی کا چار اور سنسنا رہا ہے
ٹھنڈی ہوا چھو جانے سے
جاگ رہا ہے شریر
زندگی کا میٹھا رس مانگ رہا ہے۔۔۔(۸)

کشور ناہید کی پابند، آزاد اور نثری نظمیں ان کی فن کارانہ بصیرت کی پہچان بنیں۔شاعرہ نے بدلتے وقت کے ساتھ نظموں میں نئے تجربوں،باغیانہ اسلوب اور اظہار کی نئی ہیئتوں کو بھی متعارف کرایا۔یہ اسلوب شاعرہ کی انفرادیت کا باعث بنا۔اُن کی نثری نظمیں ان کے اسلوب بیان کی عمدہ مثالیں ہیں: دعوتِ سخن

خواب میں دوستی ملتی ہے مگر خواب تلک
زندگی خواب کی دہلیز سے آگے
جو رواں ہوتی ہے
دیکھتی ہے کہ اُسی چشم محبت میں
زمین خون تماشہ ہے
زہرِ مایوسی ایام ہے
بے مہری افلاک ہے
دور تک ایک ہی آواز ہے(۹)

پروین شاکر خواتین کی نمائندہ شاعر کہلائی ان کی نظموں میں آمد اور آورد دونوں کا احساس پایا جاتا ہے۔ان کا اسلوب تصنع سے پاک اور حقیقی لطافتوں سے پاک دکھائی دیتا ہے۔پروین شاکر نے دیگر واقعات کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا ایسی نظموں میں استعمال الفاظ بطور علامت و استعارہ اپنے معنی و مفہوم کو زیادہ واضح کرتے ہیں۔ مثلاً پانی، خیرات، نیزہ، سورج، پیاس، درندگی، بھیڑیے وغیرہ۔پروین شاکر نے اسلامی موضوعات پر کئی نظمیں لکھیں۔جن میں لیلتہ الکعب، وحی، مدینہ العلم، یہ نظمیں اسلامی تلمیحات کا بہترین نمونہ ہیں۔"وحی":

پڑھو
میں پڑھ نہیں سکوں گا
پڑھو
مگر میں کیا پڑھوں
پڑھو تم اپنے عظیم پروردگار کا نام لے کر
جو سب کو خلق کرتا ہے(۱۰)

پروین شاکر کی اکثر نظمیں تمثیلی طرز پر مشتمل ہیں جن کا اختتام ڈرامائی طرز پر ہوتا ہے۔

فاطمہ حسن نے زندگی اور کائنات کے مختلف پہلوؤں کو پابند اور نثری نظموں کے انداز میں متعارف کرایا ہے۔فاطمہ حسن نے ہائیکو اور مختصر نظمیں بھی لکھیں۔نظموں کا یہ اجتماعی آرٹ فاطمہ حسن کے تحریر بیان کی پہچان ہے۔فاطمہ حسن کی نظموں میں نئے امیجز، علامتی حوالے، اساطیری عناصر اور استعاروں کا برملا اظہار ملتا ہے۔نظم "شی بُدھا کو دیکھ کر" بدھ مت مذہب کے اساطیری عنصر کی مثال ہیں:"شی بُدھا" کو دیکھ کر

اُس نے جب پیڑ کے نیچے
گیان حاصل کیا تو
وہ ایک ہی زندگی میں
اُس کا دوسرا جنم تھا
اور کوئی تیسرا جنم نہیں
کہ وہ نروان حاصل کر چکا ہے(۱۱)

فاطمہ حسن کی نظموں میں صنعت تضاد کا شاعرانہ استعمال بھی ملتا ہے۔کائنات کا حسن تضاد میں ہے۔فاطمہ حسن نے بھی اسی طرح کے تضادات کو اپنی نظموں میں برتا ہے جو ان کی نظموں کے حسن کو مزید بڑھا دیتے ہیں:

مگر بتائے یہ کون مجھ کو
کہ ان کی باتوں میں سچ ہے کتنا
عمل میں ان کے ہے جھوٹ کتنا
غلط تو پہلے بھی ہو چکا ہے
مگر یہ جو کچھ کہ ہو رہا ہے
غلط ہے کتنا(۱۲)

فاطمہ حسن کی نظموں میں علامت نگاری کا عنصر بھی ملتا ہے۔ لفظ آنکھیں، بطور علامت استعمال ہوا ہے۔ نظم ”میں اپنی آنکھیں نہیں کھو سکتی“ میں آنکھیں، دیدۂ بینا کی علامت بن گئی ہیں:

اُس کے لیے تیسرا رستہ بھی بن سکتا ہے
تیسرا رستہ۔۔۔جس پر سدھائے ہوئے لوگ
آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر نہیں چل سکتے
اور میں لوگوں اور رستوں کی پہچان میں
اپنی آنکھیں نہیں کھو سکتی(۱۳)

عذرا عباس کی نظموں میں نت نئے موضوعات کی بھرمار ملتی ہے۔ وہ فرسودہ موضوعات اور روایت کو خیرباد کہتے ہوئے حال سے مستقبل کی جانب سفر کرتی ہیں۔ عذرا عباس مختلف تجربات و مشاہدات کو اپنے تخلیقی ایقان کے ذریعے نثری نظموں کی صورت میں ڈھاتی ہیں۔ شاعرہ اردگرد کے ماحول سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ زندگی کے تجربات کو سادہ اسلوب میں بیان کرتی ہیں: آج چھٹی کا دن ہے

ایک بازو خالی ہے
ایک بوجھ سے جھول رہا ہے
ایک پاوں سو گیا
ایک سفر پر آمادہ ہے
آدھا جسم اونگھ رہا ہے
آدھا رت جگا کرتا ہے
اونے پونے میں نے اثاثہ بیچ دیا آدھی زندگی گزار دی
آدھی سوٹ کہیں میں رکھ دی(۱۴)

عذرا عباس کی نظمیں تمثال کاری کا عمدہ نمونہ ہیں۔

شاعرہ تنویر انجم نے ابتداء میں نثری نظم کے ساتھ پابند اور آزاد نظمیں بھی کہی۔ مگر ان نظموں کا رجحان نثری آہنگ کی جانب ہے وہ حالات و واقعات کو زیادہ تر نثری انداز میں اپنا حصہ بناتی ہیں۔ تنویر کی نثری انداز میں لکھی نظمیں مختلف نوعیت کی حامل ہیں۔ کچھ نظمیں کرداری ہیں تو کچھ میں تجسس اور ابہام پایا جاتا ہے۔ مگر یہ انداز تحریر قاری کے لیے اکتاہٹ کا باعث نہیں بنتا۔ ”الوداع کہنے سے پہلے“:

شام میں دھواں بہت ہے
سمندر میں نمک بہت ہے
تاریخ میں جنگیں بہت ہے
اور ایسے میں سب کو جلدی ہوتی ہے
مجھے دھوئیں کے پار دور نظر آنے والے شہر سے
پھول لے کر آنا ہے

ایک ٹوٹی ہوئی کشتی کی مرمت کر کے
سمندر کے سفر پر جانے والے بچوں کو الوداع کہنا ہے
اور میدان جنگ میں مرتے ہوئے سپاہی کو ایک گلاس پانی پلانا ہے(۱۵)

شمیم حنفی تنویر انجم کی نظم نگاری کی مختلف صورتوں سے متعلق لکھتے ہیں:

"مختلف ادوار میں تنویر انجم کی نظمیں الگ الگ سطحوں پر صورت پزیر ہوئی ہیں۔ ان کی شروع کی نظموں میں ابہام بہت تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ان کا تجربہ ایک گریزاں لمحے کی طرح ان کی گرفت میں یا تو آنہیں رہا ہے یا پھر اتنا سیال ہے کہ اس کی ہیت کا تعین ممکن نہیں لیکن حالیہ برسوں میں ان کی جو نظمیں سامنے آئی ہیں ان کی لفظیات، علامتیں اور پیکر خاصے ٹھوس اور واضح ہیں۔"(۱۶)

حمیر ارحمان شعری تمثال اور نظموں میں نت نئے لفظوں کے استعمال میں ملکہ رکھتی ہیں۔ ان کی نظمیں صراحت اور جابجا بحروں کے استعمال سے مبرا ہیں۔ حمیر ارحمان اُردو نظم کے اظہاری رموز سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کی نظموں میں تمثال نگاری کا فن اور تجربے کو اظہار کی صورت دینے کا احساس ان کی شعری صلاحیت کی اصل پہچان ہے۔ جذبہ اور فکر اُن کی نظموں کا خاصا ہے اور یہ اسلوب ہائے فکر کا امتزاج شاعرات کی دنیا میں ان کے منفرد مقام کو متعین کرتا ہے۔

سارہ شگفتہ نے زندگی کے کٹھن مسائل کو نثری انداز میں لکھا ہے۔ ان کی شاعری کی پسندیدہ صنف نثری نظم نگاری تھی جو ایک الگ اسلوب کو متعارف کراتی ہے۔ یہی اندازِ تحریر شاعرہ کی انفرادیت کا باعث بھی بنتی ہے۔ سارہ کی نظموں میں بھوک، پیاس، آنکھیں، نیند اور غربت جیسے الفاظ بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں:

خالی آنکھوں کا مکان
خالی آنکھوں کا مکان مہنگا ہے
مجھے مٹی کی لکیر بن جانے دو
خدا بہت سے انسان بنانا بھول گیا ہے
میری سنسان آنکھوں میں آہٹ رہنے دو
آگ کا ذائقہ چراغ ہے
اور نیند کا ذائقہ انسان(۱۷)

یاسمین حمید نے اپنی تخلیقی جہت کو بہترین لفظوں کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا۔ ان کی نظمیں شائستگی، متانت اور سنجیدگی کی غماز ہیں۔ یاسمین حمید نے آزاد اور نثری نظمیں لکھیں۔ ان کی متعدد نظموں میں غزلوں کا انداز بھی ملتا ہے۔ شاعرہ نے ان تمام ہیئتوں میں جدید اسلوب کو متعارف کرایا ہے۔ ان کے اسلوب میں جدید زمانے کے حوالے سے جدت ملتی ہے۔ یاسمین حمید نے نظموں میں تمثال نگاری کے فن کو کامیابی سے برتا ہے۔ جھوٹ سچ کے سنگم پر:

جھوٹ سچ کے سنگم پر
آبشار گرتا ہے

آبشار کے اندر
دو چراغ بہتے ہیں
صد ہزار قطروں میں
ایک شکل بنتی ہے
آب و خواب جلتے ہیں(۱۸)

صاحب اسلوب شاعرہ نجمہ منصور بنیادی طور پر نثری نظم کی شاعرہ ہیں۔ ان کی نظمیں عمیق مشاہدے، ذہنی بالیدگی اور انسانی جذبات و احساسات کی عمدہ مثال ہیں۔ نجمہ منصور نے اپنے خیالات کو بیان کرنے کے لیے سادہ اور آسان اسلوب کا سہارہ لیا پیچیدہ تراکیب اور لفظیات کے بوجھ سے اپنی نظموں کو آزاد رکھا۔ اور اپنی نظموں میں لفظ "محبت" کے مختلف رنگ اور پہلوؤں دیکھائے۔ نجمہ منصور کی نثری نظموں میں شعری آہنگ کا مکمل اہتمام ملتا ہے۔ نجمہ منصور کی نظمیں امیجری کی عمدہ شاہکار ہیں۔ شاعرہ کے پیش کردہ تمام مناظر سے قاری بخوبی واقف ہو جاتا ہے اور محسوس کر سکتا ہے کہ وہ تمام مناظر دیکھ سکتا ہے۔ یہ طرز ادا نجمہ منصور کے نثری نظموں اسلوب کی جداگانہ شناخت کا باعث ہے۔ بقول یوسف خالد:

> "نجمہ منصور کی نثری نظمیں اپنے الگ تخلیقی ذائقے اور موثر اظہار کے باعث ایک جداگانہ حیثیت کی حامل ہیں۔ نجمہ منصور کی نظموں میں ایک خاص طرح کی فضا قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ انسانی جذبوں اور احساسات کی تجسیم کاری نجمہ کی نظموں کی پہچان ہے۔ نظم آزاد سے نثری نظم کس طرح الگ ہے اور اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے۔ نجمہ کی نظمیں اس کا مکمل جواب ہیں۔ نظموں کی تمام سطریں شعری آہنگ سے تہی ہیں اور رواں نثری اسلوب میں ہیں۔"(۱۹)

نثری نظم کو دل کش تاثرات عطا کرنے والا ایک اہم حوالہ نسرین انجم بھٹی کا ہے۔ نثری نظم شاعرہ کی ذات کا آئینہ ہے جس میں قارئین ان کی زندگی کا عکس نمایاں طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ نسرین کی نظموں میں مستعمل الفاظ، تراکیب اور علامتیں ان کی زندگی کے تجربات کی غمازی کرتی ہیں۔ ان کی نظم میں لفظ التماس بطور علامت استعمال ہوا ہے: میں نے اپنے آپ کو اس لیے بھلا دیا:

کہ تم، مجھے یاد رہو
ہم کتنے خود غرض ہیں
کہ ایک دوسرے کے سامنے اس لیے نہیں روتے کہ یوں
ایک دوسرے کے آنسوؤں سے
ایک دوسرے کی پیاس بجھے گی(۲۰)

نسرین انجم بھٹی کی نظمیں بناوٹ و تصنع سے مبرا ہیں۔ حساسیت سے بھرپور ان کی نظمیں مشاہدات و احساسات اور جذبات کی مکمل پیکر دکھائی دیتی ہیں۔ شاعرہ نے باغی اسلوب کو اپنی نظموں میں متعارف کرایا۔ بے جھجک ہو کر لکھا۔ بات سماج، مذہب، سیاست یا تہذیب کی ہو۔ شاعرہ نے ہر جگہ شائستگی کا دامن تھامے رکھا اور نثری انداز میں اظہار کیا۔ نسرین نے روایتی خیالات اور نثری اسلوب کو متعارف کرایا۔

انیس ناگی لکھتے ہیں:

”نسرین انجم بھٹی دولسانی شاعرہ ہیں۔۔۔اس نے اردو شاعری کی رسمی بوطیقا کو بدلتے ہوئے نثری نظم کو بھرپور اور وسیع تر اظہار کے لیے استعمال کیا ہے۔ نسرین انجم بھٹی کی نظمیں کسی شعری ڈسپلن کی پابند نہیں ہیں۔ یہ ایک اندرونی بہاؤ ہے جو الفاظ کو اپنے ساتھ بہا تا لے جاتا ہے۔“(۲۱)

منطقی سوچ کو پیچھے چھوڑ کر الفاظ کے آہنگ اور کنایات سے ذہن میں نئے امیج یا نقش ابھارنا پاکستانی شاعرات کی نظموں کا بنیادی وصف ہے۔ یہی انداز شاہدہ حسن کی نظموں میں بھی ملتا ہے۔ شاہدہ حسن نے اظہار کے نئے پیرا ہے نکالے الفاظ کو برتنے کے منفرد تجربے کیے۔ اور ایمائیت سے کام لیا۔ ان کی نظمیں کہیں کہیں ابہام کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ شاہدہ حسن نے اپنا الگ تخلیقی اسلوب پیدا کیا ہے۔ پھول کب تک کھلیں گے:

جب تک آگ کے شہر سے بارش کھیلے گی
پھول کھلیں گے
جب تک ماں بچے کو بانہوں میں لے گی
پھول کھلیں گے (۲۲)

شاہدہ حسن جاپانی صنف ہائیکو کو بھی نظم نگاری کے ذریعے فروغ دیتی ہیں۔ شاہدہ حسن کی نظموں میں ہوا، راہگزر، آئینہ مٹی، پیرہن، بطور علامت استعمال ہوتے ہیں۔ نظموں میں موجود علامتیں معاشرتی اقدار کو حقیقت کا روپ دیتی ہیں۔ ”شعر کیا چاہتا ہے“:

شعر کہتا ہے مجھ سے
کہ میں
گردشِ خون کی تال پر
دیر تک رقص کرتی رہوں
اپنے زخموں کو ڈھانپوں نہیں
تیز وحشی ہواؤں کے رُخ۔۔۔کھُلا چھوڑوں (۲۳)

شاہدہ حسن کے تخلیقی اسلوب پر رائے دیتے ہوئے احمد ہمدانی لکھتے ہیں:

”شاہدہ حسن ایک ایسی شاعرہ ہیں جن کے ہاں شاعرانہ زبان فطری طور پر وجود میں آئی ہے۔ ان کا مقصد اوٹ پٹانگ لکھ کر لوگوں کو چونکانا نہیں بلکہ ان کے اپنے احساسات وجذبات اور ان کے اپنے خیالات وتصورات اور اظہار کے پیرا ہے خود تراشتے ہیں۔“(۲۴)

شہر صبا کی ملکہ ثمینہ راجہ کا کلام اپنی چند در چند خصوصیات کی بدولت قابلِ ستائش ہے۔ ان کی نظموں میں موجود شعور و فکر، رفعت و وسعت آمیزی گہرا مطالعہ اور منفرد موضوعات کا استعمال ہے۔ جدید عہد کی شاعرہ ثمینہ راجہ کی نظموں میں قدیم کلاسکیت کا رچاؤ بھی ملتا ہے۔ شاعر کی نظموں میں جذبات واحساسات داخلی اور خارجی طور پر کلاسیکی رنگ میں یکجا ہو کر سامنے آتے ہیں۔ ”کاش“:

میرے سونے ہونٹوں کو تو
وہ اک بار ہنسا جاتا

پاگل پیاسی آنکھوں کی
پل بھر کو پیاس بجھا جاتا
جتنا تڑپاتا تھا مجھ کو
بے شک پھر تڑپا جاتا
جانے والا لیکن لوٹ کے آ جاتا(۲۵)

شاعرہ نے طویل اور مختصر دونوں انداز میں نظمیں لکھی نظموں میں استعمال استعارات اور تراکیب شوق دید، فضائے مرغزار، ہوائے پرخمار، صبح دیری، شام دوستاں وغیرہ شاعرہ کے کلاسیکی مزاج کا پتا دیتے ہیں۔ سنجیدہ، سادہ اور عام فہم اسلوب ان کے منفرد لب ولہجہ کی پہچان ہے۔ ثمینہ راجہ اردو شاعری کے کلاسیکی رجحان میں جدید موضوعات کو بننے کی ماہر تھی۔ ان کے کلام میں ایک خاص خوبی اور فطری تازگی تھی۔ انہوں نے بہت زیادہ لکھا مگر اپنے جوش اور اندازے کو برقرار رکھا ثمینہ راجہ فطری طور پر بہت مضبوط خاتون تھیں ان کی شاعری جدید اور کلاسیکی روایت کا امتزاج ہے۔

نسیم سید کا شاعرانہ اسلوب بناوٹ اور بے جالفظوں کی بھرمار سے بھرا ہے۔ وہ اپنے خیالات اور جذبوں کو سادہ الفاظ کی صورت دے کر نظموں میں برتتی ہیں۔ نسیم اعجاز واختصار سے کام لے کر دریا کو کوزے میں بند کرتی ہیں اور یہ ان کی نظموں کی خاصیت ہے۔ ان کی نظموں کا یہ ڈھنگ شاعری کی دنیا میں ان کی پہچان بنا۔

”اندر پت جھڑ بڑھتی جائے“:

ہریالی کی کھوج میں
تنہائی کے شہر بسائے
تن پر سبزہ مہکے
اندر پت جھڑ بڑھتی جائے
جب جب تیرا
سبز سجیلا۔ ہرا بھرا تن دیکھوں
میپل!!
مجھ کو اپنا زرد سانیم بہت یاد آئے(۲۶)

جو سخنور اپنے فن کو فکری وفنی پیچیدگیوں کی بجائے سادہ الفاظ کی صورت میں خیالات اور جذبات کو برتتے تاکہ ان کے کلام کی رسائی پڑھنے والے کے دل ودماغ پر براہ راست ہو تو ایسے سخنور جلد مقبولیت کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ نسیم سید کا شمار اس طرح کے ادبائے سخن میں ہوتا ہے جن کا شاعرانہ اسلوب بناوٹ اور بے جالفظوں کی بھرمار سے مبرا ہے۔ حیات کے دیگر موضوعات کا بیان نسیم سید کے ہاں فطری نوعیت اور سادہ انداز میں ملتا ہے۔ خالد معین لکھتے ہیں:

> ”نسیم سید زیادہ طوالت والی نظمیں لکھنے سے گریز کرتی ہیں۔ اور یہ اعجاز اور اختصار ان کا بڑا کمال بھی ہے۔ وہ ایک خیال اور جذبے کو وہیں تک برتتی ہیں جہاں تک وہ اک کے لہو میں سرگوشی کرتا ہے۔

اور اس دھمال کرتی بے خودی کو وہ بڑے قرینے کے ساتھ اپنی نظم بنا لیتی ہیں۔ ان کو بلاشبہ نظم کی اہم شاعرہ تصور کیا جاتا ہے۔"(۲۷)

شاعرہ نے آزاد نظمیں بھی لکھیں اور نظمیں معریٰ بھی۔ ان کی تمام تر اصناف نظم ندرت خیال، اور فن کے حوالے سے عمدہ اور جامع ہیں۔ شاعرہ نے اپنی نظموں میں زندگی کی حقیقت کو سادہ لفظوں میں نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔

شہناز مزمل کی شاعری میں سوچ بطور استعارہ اور برگد، سائبان جگنو بطور علامت استعمال ہوئے ہیں۔ ان کی بہت سی نظمیں امیجری کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ ان کا نرم لہجہ، اظہار و بیان کی روانی، خیالات کا تصور ان کے وسیع مطالعہ ہونے کا ثبوت ہے۔ "لاحاصلی کی سرزمین":

منتظر ہم کس کے ہیں
کیا کوئی اترے گا پھر سے
جگنوؤں سے پوچھنے۔۔۔
روشنی کی جو کرن
روشن تمھارے تن میں ہے
کیا کسی شب زاد کو
گم کردہ منزل کا نشاں دکھلائے گی
اور پھر لاحاصلی کی سرزمین
کوئی حاصل لائے گی(۲۸)

غزل ہو، نظم ہو یا مصرع مہذب اسلوب وواردات فکر، جذبے، خیال اور اظہار میں اس تہذیبی شائستگی کا دامن نہیں چھوڑتی اور یہی انداز تحریر زہرا کی تخلیقی شخصیت کا جوہر خاص ہے۔

ثروت کی نظموں میں موضوعاتی تنوع اور بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ وہ زندگی کی سچائیوں، فکر اور جذبوں کے ملاپ سے سحر انگیز اور فکر انگیز تمثالی نظمیں تخلیق کرتی ہیں۔ "بلیک ہول":

کشش ثقل اس رات
ایک کوئلے کو دے دی گئی
جو میری مٹھی میں
سلگ رہا تھا
اور پھر میرا وجود
میرے خوابوں کو اپنی طرف
کھینچنے لگا
مگر میرے خواب خلاء پہنے ہوئے تھے
لہذا آزاد کے آزاد رہے

غیر مرتعش جمے ہوئے(۲۹)

ثروت زہرا کی نظموں میں موجود تمثال سازی کے منرد جوہر سے متعلق آفتاب اقبال شمیم لکھتے ہیں:

"ثروت زہرا کا فنی رویہ بنیادی طور پر امجسٹک یا تمثالیہ ہے۔ وہ کسی جذبے کو کمال مہارت اور سہولت کے تمثال میں اور کسی شے یا مظہر کو حسی امیج میں تبدیل کر لیتی ہیں۔ اس کی نظموں میں تمثالیں کمال کی شعریت پیدا کر کے ایک خیال یا جذبے کی ذو درسی کا وسیلہ بنتی ہیں۔ تمثال سازی کا یہ جوہر ثروت زہرا کے ہاں فطری ہے۔ بے ساختہ اور ان شاعروں سے مختلف نظر آتا ہے۔ جو عروسہ نظم کو امیجز کے زیور سے سجاتے ہیں۔"(۳۰)

ثروت زہرا کی نظموں میں مجرد سے مجسم تک کی یہ تمثالی فکر مختلف تراکیب کے استعمال سے پھوٹتی ہے۔ مثلاً "سانس لیتی ہوئی موت"، "سڑک کو ٹنے والی حاملہ"، "کھلی آنکھ کا قلم"، "کائنات کا خط استوار"، "خوان خلاء پہنے ہوئے" یہ تراکیب اور موضوعات شاعرہ کے مشاہدات و احساسات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ثروت کی نظموں کا انداز بیان نثری ہے۔ ان کی نظموں میں بہت کم، آزاد اور پابند نظم کا پر تو بھی ملتا ہے۔ شاعرہ کا منفرد انداز اسلوب ایک نئے منفرد شعور کا پتہ دیتا ہے۔

عنبرین صلاح الدین نے اردو نظم کو عہد جدید کی سوچ و فکر سے آراستہ کیا ہے۔ ان کی نظمیں ہیت کے اعتبار سے مختلف ہیں انہوں نے آزاد نظمیں بھی لکھیں اور نثری انداز میں روزمرہ کے واقعات کو نظموں کی صورت عطا کی۔ عنبرین نے طویل نظمیں بھی لکھیں اور تین مصرعوں پر مشتمل مختصر بھی۔ ان کا یہ طرز تحریر پڑھنے والے کو بوجھل نہیں لگتا بلکہ قاری خوبصورت تخلیقی تجربے سے آگاہ ہوتا ہے۔ خواب سے عاری نیند:

اک پتے کی آخری گولی میں رکھی ہے
سونے کی کچھ آس
اور کسی کے آگے رہن رکھی آنکھوں میں پھیلے ہیں کچھ خواب(۳۱)

شاعرہ نے پیچیدہ تراکیب، ثقیل الفاظ، بے جا علامتوں نامانوس استعارات کو برتنے سے گریز کیا ہے۔ ان کی نظموں میں خواب اور سراب کی کھڑکیوں کی کھڑک سنائی دیتی ہے۔ البتہ کھڑکی کا استعمال بطور استعارہ ملتا ہے۔ "مری کھڑکی سے آکر آسماں دیکھو":

اور مکاں سے لامکاں تک ایک اِک لمحہ
تمھارے سے تمھارے تک ہی بس سمٹا ہوا ہے
مری کھڑکی سے آکر آسماں دیکھو
اگر دیکھو
تو تم بھی آسماں کو اس طرح دیکھو
کہ جیسے یہ مری کھڑکی کے اندر آسمایا ہے!(۳۲)

نظم "کس صدا کا جادو ہے" قافیہ اور ردیف سے پیدا ہونے والی غنائیت کی بہترین مثال ہے: کون گنگناتا ہے:

قافیوں ردیفوں میں
حرف حرف ملتا ہے

کاغذوں صحیفوں میں

لفظ لفظ کھُلتا ہے

گنجلک دلیلوں میں

وسوسوں کے محشر میں

واسطوں وسیلوں میں (۳۳)

شاعرہ اپنے جوش اور جذبے کو اردو نظم میں برتنے پر مکمل عبور رکھتی ہیں۔ان کی نظموں میں موجود تخلیقی تجربے کومل اور شعری پیکر میں ڈھل کر ایک نیا انداز بیان متعارف کرواتا ہے۔ایسی شاعری جو بغیر آمد کے تخلیق ہو اسے تخلیق نہیں کسب قرار دیا جاتا ہے۔پروین طاہر نے ایسے نئے اسلوب کو اردو ادب میں متعارف کروایا ہے۔جو آورد کی بجائے آمد کا سہارا لے کر تخلیق کیا ہو۔پروین طاہر کی نظمیں مختلف سمتوں میں حرکت کرتی نظر آتی ہیں۔ان کی نظموں میں شعور و فکر، کشف لمحات، تجریدی مصوری، تمثیلی تصاویر، اور اساطیری اصناف کا تاثر شعری اور جمالیاتی فضا قائم کرتا ہے۔

پروین انتہائی عمدگی کے ساتھ تراکیب اور ہندی الفاظ کو اپنی نظموں کا حصہ بناتی ہیں۔مثلاً بولتی کوثر، کشف آور ساعت، چھتنا چھایا، سندھ کلینان کی ہر تان، مسکان کا ہیلہ، سورگ، پوجا کی تھالی وغیرہ۔اماوس رات، سرسوتی دیوی جیسے مذہبی عقیدے کا بھی ان کی نظموں میں ذکر ملتا ہے۔اس عقیدے کے مطابق انسان سات بار جنم لیتا ہے۔پہلے جنم کے افعال و اعمال کے بارے میں دوسرے جنم کی شکل ہوتی ہے۔"شرح ورثہ":

اواگون شاید یہی ہو گا

کہ شیرے کی مہک میٹھی

بدن کی نکہتیں، سب واسنائیں

اور روحوں پر لگے ازلی نشان ابدی محبت کے سبھی کچھ منتقل ہوتا ہے

انسان کے لہو کے سرخ ورثے میں

کسی مضبوط کشتی کی طرح بہتا رہتا ہے

زماں اور لازماں کے درمیاں!! (۳۴)

پروین طاہر کی نظموں میں موضوعات کی رنگارنگی قابل داد ہے۔شاعرہ کی نظموں کا اصل پہلو حقیقت زیست اور حیات و کائنات کا آپس میں باہمی ربط ہے۔معاملات زندگی سے متعلق شاعرہ اپنے حیالات اور محسوسات کو لفظوں کے ذریعے تصویر کاری کے روپ میں ڈھلنے کے فن سے بخوبی آگاہ ہے۔"آواز سے باہر":

کئی صدیوں سے آوازوں نے

روحوں کو

سچل احساس کی رگ سے

لہو کا آخری قطرہ

قرینے سے نچوڑا ہے! (۳۵)

پروین طاہر نے آزاد اور نثری نظمیں لکھیں۔ جزئیات نگاری ان کی نظموں کا خاصہ ہیں۔ آفتاب اقبال شمیم ان کی نظموں میں موجود تخلیاتی فکر و فن سے متعلق لکھتے ہیں:

> ”وہ اپنے محسوسات اور فکر تخلیل کو کشف آور سماعتوں کو لفظوں میں ڈھانپے ہوئے کہیں جامد کو مجرد، کہیں مجرد کو محسوس و متحرک میں بدل کر تمثال دار نظمیں تخلیق کرتی ہیں۔ ان کی امیجری اور زبان کا برتاؤ صدیوں پرانے اسی کلچر سے نمو پائے جاتے ہیں۔ جس کی اٹھان ان پانچ پانیوں کی دھرتی سے ہوئی ہے۔“[۳۶]

شاہدہ پروین زندگی کے روز مرہ واقعات و حالات کو شعری بیانیے کا حصہ بنانے اور مناسب مقامات پر عروضی ہم آہنگی اور قوافی کے اخترام سے موسیقی پیدا کرنے کے ہنر سے بھی آشنا تھیں وہ جدید عہد میں روایت کو جدیدیت کے ساتھ لے کر آگے بڑھتی ہیں جو ان کی نظموں کا خاص وصف ہے۔ شاہدہ پروین نے پابند نظم کے ساتھ آزاد نظم اور ہائیکو کی صنف میں بھی نظمیں لکھی ہیں:

گلاب رشتے ملال دیتے ہیں
اور یہ ملال
دل کو اچھوتے خیال دیتے ہیں[۳۷]

شاہدہ پروین کی نظم پیروڈی، انور مسعود کی نظم ”بنین لین جاندے او“ ان کے اسلوب مزاح کی منفرد مثال ہے۔ ”پیروڈی“:

دوپٹہ لین جاندے او
دوپٹہ لے کے آوندے او
دوپٹہ بڑا لمبا جے
لیندے او تے رہندا نہیں
رہ جاوے تے لیندا نہیں
جے لیہ جائے تے لین جوگا رہندا نی
دوپٹہ لین جاندے او
دوپٹہ تہانوں میں دیاں گی
ایہہ دوپٹہ بڑا چنگا جے
ایہہ دوپٹہ بڑا سوہنا جے
ایہہ دوپٹہ اے وقار دا
ایہہ دوپٹہ اے حیا دا
لے لو وتے رہندا اے
کدی وی نہیں لیندا اے
تے عزت وی اے دیندا اے[۳۸]

عارفہ شہزاد کی ہر نظم میں منفرد اسلوب، نئی ہیئت اور نیا لہجہ نظر آتا ہے۔ متنوع موضوعات ان کی شاعری کو جاذبیت نظر بنانے میں اہم ثابت ہوئے ہیں۔ عارفہ شہزاد کی شاعری روایتی شاعری سے منفرد ہے۔ ان کی شاعری موجودہ عہد اور مستقبل کی عکاس ہے۔ یہ اندازِ سخن شاعرات کی دنیامیں ان کی قدر و منزلت کو بڑھاتا ہے۔ عارفہ شہزاد نے نظم نگاری کے ذریعے اپنے شاعرانہ ذوق کی آبیاری کی ہے۔

عصری، سماجی اور تانیثی شعور و آگہی کے حوالے سے نظموں کے عنوانات اور اس میں استعمال جدید ٹیکنالوجی سے متعلق الفاظ اور تراکیب، علامات اور اساطیری عناصر ان کے اندازِ سخن کو جدید دور کا رنگ و آہنگ قرار دیتے ہیں۔ ”سیلفی“، ”فلیش بیک“، ”Captured“، ”لفظوں کے کاندھے سے لگ کر“ جیسی نظمیں جدید لفظیات کی عمدہ مثال ہیں:

ساکت تصویریں
پروفائل میں سجی ہوئی ہیں
چیٹنگ باکس میں
”ٹائپنگ“ کا اِک نقطہ ہے (۳۹)

عارفہ شہزاد کی نظموں میں انگریزی کے ساتھ عربی اور ہندی الفاظ کو خوب صورتی سے برتا گیا ہے جو ان کے کلام کو پُر تاثیر بناتا ہے۔ ان کی نظم ”مندر دوار کھڑی ہوں“ ہندی الفاظ کے ساتھ اساطیری انداز اپنائے ہوئے ہے:

بھجن تو
بھولے نہیں!
اب کے
عجب بدشگونی ہوئی۔۔۔
اور تھال پوجا کا
ہاتھوں سے ہی گر گیا
پروہت چلا آتا ہے
ہاتھوں میں لے کے
نئی مورتی
کیا اپنی منو کامنا اسے میں سناؤں
نیا تھال پوجا کا
پھر سے سجاؤں
میں دیپک جلاؤں (۴۰)

پوجا پاٹ ہندوؤں کی مذہبی رسومات ہیں جس میں ہندو مورتیوں کے سامنے بھجن گا کر اپنے بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔ شاعرہ نے اس نظم میں ہندی اساطیری انداز میں اپنے دل کی خواہشات کو دیپک جلا کر سنانے کی خواہش کی ہے۔ علامت نگاری کا پہلو بھی ان کی نظموں میں نظر آتا ہے۔ نظم ”پھر یوں ہوا کہ۔۔۔!“

مسافر نے سامان باندھا
تو چاروں عناصر بھی گٹھڑی میں باندھے
اُسے پیچھے رہ جانے والوں کی سانسوں کی کوئی خبر ہی نہیں تھی
مگر پیچھے رہ جانے والے بھی ہوشیار تھے خوب
مانگے کے چند سانس نکلے
تو پھر زندگی کی! (۴۱)

اس نظم میں لفظ چاروں عناصر، بطور علامت ہوا، پانی، آگ، مٹی کی صورت میں استعمال ہوئے ہیں۔

تلخ سچائیوں کو نظم بنا دینے کا آرٹ سدرہ سحر عمران کی نظموں کے ہاں پورے کمال پر ہے۔ انہوں نے پراگندہ ماضی، حال اور مستقبل کے اندیشوں کو منفرد علامتی اور تمثالی انداز سے منظوم کیا ہے۔ سدرہ اپنے منفرد اور جدید اسلوب کی بناء پر پہچانی جاتی ہیں۔ ان کی نظمیں خیال کی گہرائی سے لے کر ہیئت و اسلوب تک اپنے نئے آہنگ میں ڈھل کر قاری کے سامنے نثری انداز سے جلوہ ریز ہوتی ہیں۔ سدرہ کی نظموں میں پیکر تراشی اور تمثال کاری کا آرٹ اپنے عروج پر ملتا ہے۔ آرٹ ان کی نظموں کے ہر شعر کی گہرائی میں بھی ملتا ہے۔ ''خدا سے طے کیا ہوا وقت'':

سڑک پر پھول
قہقہے لگاتے لگاتے
راکھ میں بدل گئے
تختوں پر ہنسی کی تتلیاں
پانی بن کر بہہ گئیں
ہمارے خوابوں کی گندم
پڑے پڑے خراب ہو گئی
ہم پنسلوں سے خدا لکھنا سیکھ رہے تھے
موت نے گھنٹی بجا کر
پریڈ ختم ہونے کا اعلان کر دیا (۴۲)

سدرہ کی نظموں میں نادر لفظیات کا انداز ملتا ہے۔ ''تخریبی دوپہر''، ''ہجروی مہدی'' اس کے علاوہ ان کی نظموں میں اسلامی تلمیحات کا ذکر علامتی انداز میں ملتا ہے۔ مثلاً ''کیا عیسی ہمارے قتل کی اجازت دے سکتا ہے''، ''وہ میرا جنازہ گدھ پڑھائیں''، ''بھیڑیوں کو تمہارے یوسف چاہئیں'' جیسی نظموں میں مختلف پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں یونس علیہ اسلام، داؤد، سلمان اور یوسف کے نام شامل ہیں:

بھیڑیوں کو تمہارے یوسف چاہئیں
اس نے یوسف کے خدا سے کہا
مجھے دو گز کا جنگل نہیں چاہئے
میں اپنی قبر کے بدلے

موت کا ایک درخت خریدوں گا
اور بھیڑیوں کے لئے پھانسی گھاٹ (۴۳)

سدرہ کی نظم نگاری میں برتے جانے والے جدید موضوعات اور انداز اسلوب سے متعلق اقبال فہیم جوزی لکھتے ہیں:

"گزرے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ جدید موضوعاتی تنوع بڑھتا جارہاہے۔ ان موضوعات کو جدید انداز میں جن نئے تخلیق کاروں نے اپنی نظم میں سمونے کی کامیاب کوشش کی ہے ان میں سدرہ سحر عمران بھی ایک نمائندہ نام ہے۔۔۔ان کی شاعری جدید نظم کی تمام جہتوں کو چھوتی اور پھر قارئین پر اپنا گہرا تاثر چھوڑتی ہے۔۔۔ان کی شاعری کے مزید نئے زاویے واہوں گے اور جدید نظم کے موضوعات اور تکنیک میں خوب صورت اضافہ ہو گا۔" (۴۴)

جدید جہانِ شاعری میں صحرا نوردی کرتی ہوئی شاعرہ صفیہ حیات نے حیات و کائنات کے بے شمار روپ اور تجربوں کو محاکاتی انداز سے اپنی نظموں کی زینت بنایا ہے۔ صفیہ کی نظمیں احساسِ فکر کی حامل نظمیں ہیں۔ ان میں موجود امیج اتنا مکمل دکھائی دیتا ہے کہ احساس خیال اور جذبے کی واضح ترسیل ہو جاتی ہے:

ایک نامکمل کی مکمل کہانی
میں دوپٹہ کو رنگ دار پانی کی بالٹی میں
ڈال کر
دم کی ہوئی چائے کے کپوں میں دودھ ڈال رہی تھی
اس نے کہا
مجھے ابھی چائے نہیں پینی
جب تک میری نظم مکمل نہ ہو جائے
میں نے
ہمیشہ اکیلے بیٹھ کر دونوں کپ پیے
اور وہ
ساری عمر نامکمل نظم
مکمل کرنے میں جُتا رہا (۴۵)

صفیہ حیات کی نظمیں جدید دور میں رومانس، فکری بلوغت، سادگی، احساس کی بہترین مثال پیش کرتی ہیں۔ ان کی نظموں میں عمدہ تراکیب اور کلمات کا استعمال بھی ملتا ہے۔ "سرد مہری کی چادر"، "زندہ لاشوں کے بازار"، "وحشت زدہ لاؤڈ اسپیکر"، "آدم خور بھیڑیے"، "اپاہج خواب"، "پان کی پیک پہ بیٹھی آوارگی" وغیرہ صفیہ حیات کی نظموں کا تخیل بہت بلند ہے۔ وہ زندگی کی حقیقتوں کو آزاد اور نثری نظم کے انداز میں بے نقاب کرتی ہیں۔ صفیہ حیات سمیت تمام شاعرات کی نظمیں پڑھتے ہوئے یہ گماں ہوتا ہے کہ ان کی مختلف ہیئتوں پر مشتمل نظمیں ان کے اظہار و احساسات کی نفاست اور ملائمت کا نتیجہ ہیں۔

قدیم نظم کے فنی اصولوں قواعد پیچیدہ تھے جیسے ہی وقت نے کروٹ بدلی سیاسی سماجی، تہذیبی، معاشرتی حالات بدلے، اردو ادب میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں ایسے میں نئے خیالات نے نظم پر کئی نقوش مرتب کیے جس سے جدید نظم کا آغاز ہوا، گزشتہ ایک صدی سے جدید نظم بلند مرتبے پر فائز ہے۔

قیام پاکستان کے بعد اردو نظم نے ترقی کی منازل طے کیں اور جدید نظم وجود میں آئی جس سے زبان و بیان کے اظہار میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ شاعرات نے گنے چنے مضامین کی نقالی چھوڑ کر نئے امیج، علامتی اظہار، اساطیری عناصر، استعاراتی انداز کو اپنی نظموں کی ساخت میں منقلب کیا۔ ان کی نظموں میں لطیف نغمگی، ماورائی کیفیت، لطیف اور مترنم اسلوب کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ پاکستانی شاعرات نے موضوعات کی یہ رنگا رنگی، اسلوب و تجربات کی ندرت کو منفرد لب و لہجہ عطا کر کے اردو نظم کو پابند، معریٰ اور نثری نظم کے انداز میں لکھا ہے۔

پاکستانی شاعرات نے روایت کے دامن سے انحراف کرتے ہوئے مکمل طور پر جدت اختیار کی ہے۔ عہد جدید کی شاعرات نے اپنے خیالات کو بیان کرنے کے لیے نثری نظم کو بھی ترجیح دی ہے۔ ان کے کلام میں موجود رقت آمیزی اور فطری تازگی نے جوش و ولولے کو برقرار رکھا ہے۔ پاکستانی شاعرات نے بدلے ہوئے وقت کے ساتھ اردو نظم کو نئے، منفرد اور معیاری اسلوب سے متعارف کروایا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ادا جعفری، میں ساز ڈھونڈتی رہی، غالب پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص:۵۹

۲۔ ایضاً، ص:۳۰

۳۔ محمود ہاشمی، مضمون: رنگ حنا سے دشتِ بے اماں تک، مشمولہ: ادا جعفری شخصیت و فن، مرتبہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، امراؤ طارق، حلقہ نیا روزگار، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص:۱۰۵

۴۔ وہاب اشرفی، مضمون: زہرا نگاہ کی شاعری، مشمولہ: شعر و حکمت، جلد ۱، ۲، مرتبین: شہریار، مغنی تبسم، مکتبہ شعر و حکمت، حیدرآباد، ۲۰۱۱ء، ص:۱۳۴

۵۔ زہرا نگاہ، شام کا پہلا تارا، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص:۷۶

۶۔ ایضاً، ص:۷۵

۷۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گہر (کلیات)، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۲۱۴

۸۔ ایضاً، ص:۲۰۰

۹۔ کشور ناہید، آباد خرابہ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص:۳۰

۱۰۔ پروین شاکر، ماہ تمام کلیات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۵ء، ص:۲۰۴

۱۱۔ فاطمہ حسن، یاد کی بارشیں، روشن پبلی کیشن، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۶۴

۱۲۔ فاطمہ حسن، دستک سے در کا فاصلہ، فرید پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص:۸۲

۱۳۔ فاطمہ حسن، یاد کی بارشیں، ص:۷۱

۱۴۔ عذرا عباس، نیند کی مسافتیں، جدید کلاسک پبلشرز، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص:۱۲

۱۵۔ تنویر انجم، سفر اور قید میں نظمیں، زبیری پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص:۳۹

۱۶۔ شمیم حنفی، مضمون: ایک ساعتِ شام اور تین اکیلے سائے، مشمولہ: اردو میں نسائی ادب کا منظر نامہ، مرتب: قیصر جہاں، ڈویژن علی گڑھ یونیورسٹی پبلی کیشنز، علی گڑھ، ۲۰۰۴ء، ص:۲۶۵

۱۷۔ سارہ شگفتہ، نیند کا رنگ، سارا اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص:۱۲

۱۸۔ یاسمین حمید، دوسری زندگی، مکتبہ دانیال، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص:۹۱

۱۹۔ یوسف خالد، مضمون:سانس کی گرہ کھلتے ہی، مشمولہ: نجمہ منصور کی نظمیہ جہات، از ڈاکٹر محسن عباس، مکتبہ اسالیب، سرگودھا، ۲۰۲۲ء، ص:۱۱۰
۲۰۔ نسرین انجم بھٹی، بن باس، پلس کمیونی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص:۱۷۱
۲۱۔ انیس ناگی، رائے، مشمولہ: بن باس، از نسرین انجم بھٹی، ص:۵
۲۲۔ شاہدہ حسن، اِک تارا ہے سرہانے میرے، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص:۱۷۵
۲۳۔ ایضاً، ص:۴۴
۲۴۔ احمد ہمدانی، مضمون: جنت الفاظ کی معمار شاعرہ، مشمولہ: چہار سُو، شاہدہ حسن نمبر، جلد ۱۱، راولپنڈی، ۲۰۰۶ء، ص:۲۸
۲۵۔ ثمینہ راجہ، ہویدا، مستقبل پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء، ص:۷۰
۲۶۔ نسیم سید، آدھی گواہی، ارتقا مطبوعات، کراچی، ۱۹۹۴ء، ص:۱۵
۲۷۔ خالد معین، مضمون: سمندر راستہ دے گا (نسیم سید)، مشمولہ: مکالمہ، کتابی سلسلہ، کراچی، اگست ۲۰۰۹ء تا جولائی ۲۰۱۰ء، ص:۴۲۶
۲۸۔ شہناز مزمل، موم کی سائبان، شیل ٹراف وکس، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص:۳۶
۲۹۔ ثروت زہرا، جلتی ہوا کا گیت، حلاج پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص:۴۷
۳۰۔ ایضاً، ص:۱۴
۳۱۔ عنبرین صلاح الدین، صدیوں جیسے پل، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۶۸
۳۲۔ ایضاً، ص:۳۵
۳۳۔ ایضاً، ص:۱۲۷
۳۴۔ پروین طاہر، تنکے کا باطن، کاغذی پیرہن، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۷۹
۳۵۔ ایضاً، ص:۲۹
۳۶۔ ایضاً، ص:۱۲
۳۷۔ ڈاکٹر شاہدہ پروین، ریت کے گھروندے، پنجاب یونیورسٹی پریس، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۲۳
۳۸۔ ایضاً، ص:۳۶
۳۹۔ عارفہ شہزاد، عورت ہوں نا!، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ص:۱۸۹
۴۰۔ ایضاً، ص:۱۲۲۔۱۲۳
۴۱۔ ایضاً، ص:۲۱
۴۲۔ سدرہ سحر عمران، موت کی ریہرسل، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص:۲۲۵
۴۳۔ ایضاً، ص:۲۲۵
۴۴۔ اقبال فہیم جوزی، مضمون: سدرہ سحر عمران ماورائیت، مشمولہ: استفسار، کتابی سلسلہ، شمارہ ۲۸،۲۷، (مدیران: شین کاف نظام، عادل رضا منصوری)، جے پور (انڈیا)، جون ۲۰۲۲ء، ص ۶۴
۴۵۔ صفیہ حیات، ہوا سے مکالمہ، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص:۱۳۔۱۴

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Ada Jafferi, Mein Saaz Dhoondti Rahi, Ghalib Publishers, Lahore, 1982, P:59
2. Ayzan, Pg. 30
3. Mahmood Hashmi, Mazmoon: Rang Hina Se Dast-E Be Amma Tak, Mashmolah Ada

Jafferi,Shakhsiyat O Fan Martaba : Dr. Farman Fatehpuri, Umrao Tariq, Halqa Niya Rozgar, Karachi, 1998, P:105
4. Wahab Asharfi, Mazmon: Zahra Ngah Ki Shaari, Mashmolah: Shar W Hakmat, Jald, 1, 2 Martabin: Shehryar , Maghani Tabasm ,Maktabah Shar W Hakmat , HidaraBad, 2011 ,P:134
5. Zohra Nigah, Shaam Ka Pehla Tara, Maktaba Jamea Limted, Nai Dehli, 2012, P:76
6. Ayzan, P:75
7. Fahmida Riaz, Sab Laal O Gohr (Kuliyat), Sang E Mil Pbli Kaishnz, Lahore, 2011, P:214
8. Ayzan, P:200
9. Kishwar Naheed, Abad Kharaba, Sang E Mil Pbli Kishnz, Lahore, 2016, P:30
10. Parveen Shakir, Mah E Tamam Kuliyat, Educational Pblshng House, Delhi, 1995, P:204
11. Fatima Husan, Yaad Ki Barishain, Roshan Pbli Kishn, Lahore, 2005, P:64
12. Fatima Husan, Dastak Se Dar Ka Faasla, Fareed Publishers, Karachi, 1993, P:82
13. Fatima Husn, Yaad Ki Barishain, P:71
14. Azraa Abbas, Neend Ki Musaftain, Jadeed Classic Publishers, Karachi, 1988, p:12
15. Tanveer Anjum, Safar Aur Qaid Mein Nazmein, Zubairi Pbli Kishnz, Karachi, 1993,P:39
16. Shamem Hanfi , Mazmoon : Aik Saa-At Shaam Aur Teen Akailey Saaye , Mashmolah : Urdu Mein Nisaye Adab Ka Manzar Nama, Muratab: Qaisar Jahan, Division Ali Garh University Pbli Kishnz, Ali Garh, 2004, P:265
17. Sarah Shagufata, Neend Ka Rang, Sara Academy, Karachi, 1993, P:265
18. Yasmeen Hamid, Doosri Zindagi, Maktaba Danyal, Karachi, 2007, P:91
19. Yousuf Khalid, Mazmoon: Saans Ki Girah Khultay Hi, Mashmolah : Najma Mansoor Ki Nzmih Jihat, Az Dr Moshan Abbas, Maktaba Asaleeb, Sargodha, 2022, P:110
20. Nasrin Anjum Bhatti, Ban Boss, Plus Kmyoni Kishnz, Lahore, 1994,P:171
21. Anees Nage, Raye, Mashmolah: Ban Boss, Az Nasreen Anjum Bhatti, P:5
22. Shahida Husn, Ik Tara Hai Sarahnay Mere, Alhmd Pbli Kishnz, Lahore, 1995,P:175
23. Ayzan, P:44
24. Ahmed Hamdani, Mazmoon,Jannat Alfaaz Ki Maimaar Shaeirah, Mashmolah : Chahar Soo, Shahida Husan Number, Juld 11, Rawalpindi , 2006,P:28
25. Samina Raja, Huwaida, Mustaqbil Pbli Kishnz, Islamabad, 1995,P:70
26. Naseem Syed, Aadhi Gawahi, Irtiqa Mtboaat, Karachi, 1994, P:15
27. Khalid Moueen, Mazmoon : Samandar Rasta Day Ga (Naseem Syed), Mashmolah : Mukalama, Kitabi Silsila, Karachi , August 2009ء Taa July 2010,P:426
28. Shehnaz Muzammil, Mom Ki Saibaan, Shall Trafe Vicks, Lahore, 1994, P:36
29. Sarwat Zohra, Jalti Sun-Hwa Ka Geet, Hilaj Pbli Kishnz, Karachi, 2009 P:68
30. Ayzan, P:14
31. Amberin Salah Aldeen , Sadiiyon Jaisay Pal, Sang Mil Pbli Kishnz, Lahore , 2009, P:68
32. Ayzan, P:35
33. Ayzan, P:127
34. Parveen Tahir, Tinke Ka Batin, Kaghazi Perhan, Lahore, 2005, P:79
35. Ayzan, P:29
36. Ayzan, P:12
37 Dr, Shaida Parveen, Rait Ke Gharonday, Punjab University Press, Lahore , 2011, P:23
38. Ayzan, P:36
39. Arifa Shahzad , Aurat Hon Na !, Shirkat Printing Press, Lahore P:189
40. Ayzan, P:122-123
41. Ayzan, P:21
42. Sidra Sehar Imran, Mout Ki Rehearsal, Fiction House, Lahore, 2020, P:225
43. Ayzan, P:225
44. Iqbal Fahim Jozi , Mazmoon : Sidra Sehar Imran Mawraiyat, Mashmoola : Istafsaar,

Kitabi Silsila, Shumara 27,28, (Mudeeran : Shin Kaaf Nizaam, Adil Raza Manshori), Jaipur (India), June 2022,P:64
45. Safia Hayaat, Sun-Hwa Se Mukalama, Sanjh Pbli Kishnz, Lahore, 2019, P:13-14